سید سفیر حیدر *

انتظار حسین کے افسانے — کا فکائی مطالعہ

انتظار حسین نے کافکا کی فنی عظمت کو سراہتے ہوئے اس کی تحریروں کو ''نئی طرز کی طلسم ہوشربا'' قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک:

> کافکا سامنے کی چیزیں ٹھوس صورت میں پیش کرتا ہے مگر پیش کرنے کا عجب طور ہے کہ یہ سامنے کی چیز ایک رمز بن جاتی ہے اس کے ناول اور کہانیاں ایک نئی طرز کی طلسم ہوشربا ہیں۔ مگر ہماری افسانوی روایت ایک طلسم ہوشربا پہلے ہی تخلیق کر چکی ہے اب تو ہم اپنے عہد کی طلسم ہوشربا اسی صورت لکھ سکتے ہیں کہ پرانی طلسم ہوشربا اور نئی دونوں سے رشتہ جوڑیں۔[۱]

خود اردو ادب میں انتظار حسین کا افسانوی جہاں نئی طرز کی طلسم ہوشربا ہے ان کے افسانوں میں وجودی لایعنیت اور خواب اور وسوسے کی زد میں آئے ہوئے بے چہرہ کرداروں کی بنت کافکائی طرز تحریر سے مناسبت رکھتی ہے۔

بقول گوپی چند نارنگ:

> انتظار حسین کی اکثر کہانیوں میں اندرونی سفر کی جہات مختلف وسیلوں سے روشن ہوتی ہیں ذہن میں یک بہ یک کوئی سوال پیدا ہو جاتا ہے، کوئی وہم سر اٹھاتا ہے، شک یا وسوسہ آ گھیرتا ہے یا پرچھائیاں تیرتی ہیں یا ذہن دھند سے اٹ جاتا ہے، یا پھر ایک کے بعد ایک یادیں، تصویریں، واقعات کی کڑیاں یا کیفیتوں کے نقوش ذہن میں بلبلوں کی طرح ابھرتے اور

* سفیر حیدر، استاد، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

Lew

تحلیل ہوتے ہیں یہ سب سوچنے اور مسلسل سوچنے کا لازمہ ہے انتظار حسین کی اس آسیبی
کیفیت یا پراسراریت کی طرح طرح سے توضیح کی گئی ہے اور بعض جگہ لوگوں نے دلچسپ
نتائج نکالے ہیں خود انتظار حسین کے نزدیک سوچنا ایک ڈراؤنا عمل ہے جس میں وہ کافکا کے
ہمسفر ہیں۔ [2]

ڈاکٹر سہیل احمد خاں کے خیال میں انتظار حسین کا درد کافکا کے درد سے جدا ہے اور کافکا کی صورت حال کو ہو بہو قبول نہیں کیا اور کایا کلپ کے موضوع کو اپنے تہذیبی ماضی اور اساطیر کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ انتظار حسین کا افسانہ 'آخری آدمی' انسانوں کے بندر بن جانے کا تذکرہ کرتا ہے۔ کافکا کی کہانی ''قلبِ ماہیت'' اور اس افسانے میں بنیادی فرق یہ تہذیبی تناظر ہے اس کے ساتھ ساتھ ''آخری آدمی'' کا منظر نامہ جدید زندگی کا نہیں انسانوں کے رویے البتہ دائمی رویے ہیں جن کا جدید انسان بھی شکار ہے حرص، منافقت، جو انسان کو اشرف المخلوقات کے درجے سے گرا دیتے ہیں۔ انتظار حسین کا دوسرا افسانہ ''کایا کلپ'' مدافعتی روپ کے مستقل ہو جانے کی داستان بیان کرتا ہے۔ کافکا کی کہانی کا منظر نامہ جدید زندگی سے ماخوذ ہے اور اسی عام زندگی سے ایک غیر متوقع کیفیت پیدا ہو کر تمام زندگی کو بے ڈھنگا بنا دیتی ہے۔ [3]

انتظار حسین کے افسانہ ''ہمسفر'' میں 'وہ' کا شش و پنج، قوت فیصلہ کی عدم موجودگی بے چارگی کا احساس، خوف اور پچھتاوا کی پیشکش کا انداز کافکائیت کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ اس خوبصورت افسانہ میں 'وہ' غلط بس میں سوار ہو جاتا ہے۔ ''زندگی میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ انسان غلط راستے پر پڑ جائے یا غلط بس میں سوار ہو جائے تو پھر لاکھ اترنے کی کوشش کرے مگر بس چلتی رہتی ہے''۔ 'وہ' بارہا ارادہ کرتا ہے کہ اگلے سٹاپ پر اتر جائے گا اور صحیح بس پکڑے گا لیکن اس کے اسی ادھیڑ بن میں تمام سٹاپ گزرتے جاتے ہیں واپسی کی امید اس وقت دم توڑنے لگتی ہے جب وہ سوچتا ہے کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور پوچھتا ہے:

کیوں بھئی واپس جانے والی بس ملے گی؟ ملے نہ ملے ایسا ہی ہے وقت تو ختم ہو گیا تو وقت ختم
ہو گیا ہے؟ اس کا دل بیٹھنے لگا۔ پھر رفتہ رفتہ اسے ایک خوف نے آ لیا اور جب اگلے سٹاپ پر
بس رکی تو اس نے ہمت ہی باندھی کہ ثقہ شخص کے پیچھے پیچھے وہ بھی اتر جائے اور وہاں کھڑے
ہو کر واپس چلنے والی بس کا انتظار کرے باہر اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور عمارتیں درختوں کی طرح
خاموش کھڑی تھیں اس نے جھجک کر سر اندر کر لیا۔ [4]

بعد ازاں وہ اپنے آپ کو یہ سوچ کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ بس کوئی غلط نہیں ہوتی بسوں کے تو راستے اور ٹرمینس مقرر ہیں سب بسیں اپنے اپنے راستوں پر رواں دواں ہیں غلط اور صحیح مسافر ہوتے ہیں۔ بلراج کومل کے خیال میں 'ٹرمینس' بہت بڑا سوال ہے اور بس کے غلط یا ٹھیک ہونے کا انحصار لمحہ انتخاب پر ہے کیونکہ لمحہ انتخاب ہی جو ہر وجود ہے۔ کافکا کے یہاں بند دروازے اور گمشدہ راستے کا نوحہ بار بار ملتا ہے کہ اگر ایک بار زندگی بھول بھلیوں کی نذر ہو جائے تو اس الجھاوے سے نکلنا ناممکن ہے یوں مقصد تو ہوتا ہے راستہ نہیں ہوتا۔ صورت حال کا یہ جبر اور اس کے بطن سے پیدا شدہ خوف، انتظار حسین کے اکثر افسانوں کا بنیادی محرک ہے۔ آدمی گرتا ایک لمحے میں ہے اور سنبھلنے میں (اگر سنبھل پائے تو) کئی برس بیت جاتے ہیں۔ مدتوں بے یقینی کے صحرا میں شک کی ریت پھانکتا رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے حواری'' چلتے چلتے ایک صحرا میں جا نکلنے وہاں ایسے پھنسے کہ چالیس برس تک اسی صحرا میں بھٹکتے رہے، نکلنے کا راستہ نہیں مل پاتا تھا'' اور ''کشتی'' میں تو صورت حال اور بھی گھمبیر ہے:

ہمسفر و برکت کی جگہ کہاں ہے؟ ہم گہرے پانیوں میں ہیں اور کوئی یہ بتانے والا نہیں کہ خشکی
کہاں ہے اور برکت کی جگہ کونسی ہے ہاں اگر نوحؑ ہمارے بیچ میں ہوتا تو۔۔۔۔۔۔۔؟
''نوح یہاں نہیں ہے''
''نہیں''
سب نے خوف بھری نظروں سے ایک دوسرے دیکھا۔ [5]

یہاں کافکائی شدت کا حامل احساس عدم تحفظ نمایاں ہے۔ کہ تاریک گہرے پانیوں میں زندگی کی ناؤ ڈولتی رہتی ہے اور پھر ڈوب جاتی ہے لیکن تنکے کا سہارا نہیں ملتا۔ زندگی دیکھتے دیکھتے بے امان ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ احساس پختہ ہونے لگتا ہے کہ:

''شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی''
مچھلی تو کہیں دکھائی نہیں دے رہی۔ مترو اسے ڈھونڈو اسی کے بال سے تو ہم بندھے ہوئے
ہیں۔ سب نے باہر دور تک دیکھا بس لہراتی رسی دکھائی پڑی مچھلی کہیں نہیں تھی۔
''مترو! رسی تو ہے کہ سانپ سمان ناؤ کے چاروں اور لہرا رہی ہے پر مچھلی نہیں ہے''
''یہ تو بہت چنتا کی بات ہے''

سوچنتا نے انہیں گھیرا اور سندیہہ نے آن پکڑا، دور دور کی بات دھیان میں آئی پر گھتی نہ

کھلی۔ ناؤ ڈول رہی تھی اور چاروں اور جل کی دھارا گرج رہی تھی۔ ٦

انتظار حسین کے افسانہ ''برہمن بکرا'' میں کافکائیت کی جزو لازم لاعلاج دائمی نارسائی کی تصویر اس وقت سامنے آتی ہے جب:

ایک ایک کر کے سارے اگلے جنم اس کے دھیان میں ایک دم سے پھر گئے جس جنم کو دھیان میں لایا اسے دکھ بھرا پایا۔ ان گنت جنم، ان گنت دکھ، جیسے یہ جنم چکر نہ ہو دکھوں کی مالا ہو اس نے درد کے ساتھ کہا'' ہے رام سکھ کونسی جون میں ہے''۔ ۷

کہیں آگے پٹڑی اکھڑی ہوئی ہے اور ریل گاڑی میں بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے آدمی سائے دکھائی پڑتے ہیں۔

بابو صاحب گاڑی کی کوئی خبر؟

''ابھی تک تو کوئی خبر نہیں ہے''

''کوئی امید؟''

''کہا نہیں جا سکتا'' ۸

چیلیں کا اختتامیہ بھی کافکائی مردہ امکانوں کے خوف سے عبارت ہے۔

''پھر آگے چلیں۔ یہاں سے تو نکلیں''

''آگے؟ اپنیاس نے تجویز پیش کرنے والے رفیق کر تعجب سے دیکھا''۔

''کیا تجھے یاد نہیں کہ پولیس کے بچھڑے ہوئے رفیق نے ہمیں آگے کے سفر سے خبردار کیا تھا کہ آگے لمبی گردنوں والی بلائیں کہ کسی جہاز کو خیریت سے نہیں گزرنے دیتیں''۔

''یہ تو بہت مشکل ہے'' تجویز پیش کرنے والا رفیق مخمصے میں پڑ گیا۔

واپس بھی نہیں جا سکتے آگے جانے کا راستہ بھی بند ہے۔ پھر؟

''پھر؟'' وہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے''۔ ۹

کافکا کی طرح ''بند دروازہ'' یا ''اندھی گلی'' انتظار حسین کے طرز احساس کا بھی بنیادی عنصر ہے۔ اچانک رستے میں دیوار آن کھڑی ہوتی ہے لمبی، چوڑی ناقابل عبور دیوار۔ مسافر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتے ہیں اور رنج کھینچنا ان کے لیے ناقابل گریز تقدیر ہے۔ ان کا ناول آگے سمندر ہے بھی اسی طرح کا انتباہ ہے۔

انتظار حسین کے افسانہ ''دیوار'' میں لاحاصلی، تجسس اور تحیر کی فضا ہے۔ دیوار کی

دوسری جانب کیا ہے یہ جاننا سب رفیقوں کی اولین ترجیح بن چکا ہے جو بھی دیوار پر چڑھتا ہے قہقہہ لگاتا ہے اور دوسری طرف اتر جاتا ہے۔ یہ شوق فضول کی بھینٹ چڑھ جانے والوں کی کہانی ہے۔ دیوار کے دوسری جانب جاننے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے لیکن چونکہ وہ نظروں سے اوجھل ہے اس لیے قیمتی ہے، خوبصورت ہے بھید ہے اور بھید بھی پرکشش! یہ نامعلوم کی کشش کی نفسیاتی کیفیت ہے اور اس کا عبرت ناک انجام لاحاصلی کی آخری تھکن سے عبارت ہے پر وجود پر شوق فضول کے جبر اور اس کی زد میں آئے ہوئے انسان کی بے بسی ہے کہ کوئی تدبیر اور احتیاط کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ رسے کے ساتھ خود کو باندھ کر دیوار سے پرے جھانکنے والے محتاط شخص 'مندریس' کا آدھا دھڑ ادھر پڑا ہے اور آدھا دیوار کے اس طرف۔

کامیو نے کافکا کے فن کو موجودیاتی لایعنیت سے تعبیر کیا ہے۔ ''مقدمہ'' کا جوزف ہو یا قلعہ کا زمین پیمانہ، یا قانون کی دہلیز پر بیٹھا آدمی، سب کے شام و سحر لایعنی صورت حال کے دائرے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس جان لیوا لایعنیت اور جبرِ مسلسل کے عذاب کو انتظار حسین نے تمثیلی رمزیہ انداز میں ''رات'' اور ''وہ جو دیوار کو نہ چاٹ سکے'' میں بیان کیا ہے۔ ''رات'' کے آغاز میں عامل اور اس کے ہمزاد کی کہانی سے سسی فس کی تمثیل یاد آتی ہے۔ اور یاجوج ماجوج دیوار چاٹنے کے کار بے کار کے چنگل سے نہیں نکل پاتے وہ شب بھر دیوار چاٹتے رہتے ہیں لیکن صبح پھر وہی دیوار اسی طرح ان کے سر پر کھڑی ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ اس خیال سے سے شدید اکتاہٹ کی زد میں آ جاتے ہیں کہ وہ پیدا ہی اس لیے ہوئے ہیں کہ دیوار کو چاٹتے رہیں۔ اور بالآخر موت ان کو چاٹ لے لیکن موت کی مسیحائی بھی مشکوک ہے کیونکہ یہ احساس ان کے رگ و پے میں ایک دہشت پھیلا دیتا ہے کہ وہ ازل سے یہ دیوار چاٹ رہے ہیں اور ابد تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یوں ان پر کھلتا ہے کہ ''یہ دیوار نہیں چکر ہے'' اور ''ہم تو دیوار کو نہ چاٹ سکے، دیوار نے ہمیں چاٹ لیا''۔

اسی طرح افسانہ ''وہ جو دیوار کو نہ چاٹ سکے'' میں لایعنی اور لاحاصل مشقت کا ردعمل سامنے آتا ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ''اس سے پہلے کہ وقت ہمیں چاٹ لے ہمیں چاہیے کہ دیوار کی طرف پشت کریں اور تھوڑا زندگی کو چکھیں''۔ یہاں بظاہر حق انتخاب نظر آتا ہے لیکن یہ فیصلہ خود فریب آزادی کے سوا کچھ نہیں کہ چاٹنا یاجوج ماجوج کا مقدر ہے وہ سد سکندری کو نہ

چاٹیں تو اپنا لہو چاٹیں گے۔

انتظار حسین کے افسانہ ''چیلیں'' میں پورے بدنصیب گروہ کی حال 'ٹرائیل' کے کردار جوزف K کے مماثل ہے وہ بھی اپنے جابر کی پہچان سے قاصر ہیں۔ انہوں نے چیلوں سے مقابلے کی ٹھانی لیکن پسپا ہو گئے کیونکہ وہ چیلیں تھیں اور چیلیں نہیں بھی تھیں۔

''۔۔۔وہ چیلیں تھیں لیکن ان کے چہرے آدمیوں والے تھے''

''آدمیوں والے؟'' پھر سب چونکے

آخر ایک رفیق بولا ''وہ کوئی بھی مخلوق ہو، ہم یہ پوچھتے ہیں کہ تیری تلوار کو کیا ہوا تھا''

اپنیاس نے تامل کیا۔ پھر کہا ''لڑنے والے کو پتا ہو کہ وہ کس سے لڑ رہا ہے تب وہ لڑتا ہے

یہاں تو مجھے یہ پتا ہی نہیں چل رہا کہ یہ کونسی مخلوق ہے۔ [۱۰]

انتظار حسین کے دو اور بہترین افسانوں ''شہر افسوس'' اور ''وہ جو کھوئے گئے'' کی فضا میں بھی کافکائی مزاج کی جھلک نظر آتی ہے کردار اپنے ناموں سے محروم ہو چکے ہیں اور چار سو یاس اور نامرادی کے گہرے تاریک بادل چھائے ہوئے ہیں ''شہرِ افسوس'' شدید احساسِ جرم کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس مکالماتی افسانے کی ایک ایک سطر دہشت، بدحواسی، وسوسے، دیوانگی اور درد سے بھری ہے۔

''اور یہ شخص کون ہے، جس کے منہ پر تھوکا گیا ہے''۔

اس شخص نے مجھے زہر بھری نظروں سے دیکھا اور کہا ''تو اسے نہیں پہچانتا؟''

''اے بدشکل آدمی، یہ تو ہے''۔

''میں'' میں سناٹے میں آ گیا۔ [۱۱]

کافکا کی زندگی اور تحریروں میں یہ احساس غالب ہے کہ شدید خواہش کے باوجود اس دنیا میں آنے کے بعد اس سے گریز ممکن نہیں۔ اور وہ ملاپ کی کوئی صورت نہیں نکال پاتا۔ اسی طرح انتظار حسین کے یہاں آخری آدمی اور زرد کتا اندرون ذات اور بیرون ذاتِ کے ماحول میں جاری ''کایا کلپ'' سے ناممکن گریز کی کہانیاں ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ شمیم حنفی، ہم سفروں کے درمیاں (نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۲۰۰۵ء)، ۴۵۔

۲۔ گوپی چند نارنگ، مرتبہ، اردو افسانہ روایت اور مسائل (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ۸۳۔

۳۔ سہیل احمد خاں، طرزیں (لاہور: قوسین، ۱۹۸۲ء)، ۶۰۔

۴۔ انتظار حسین، جنم کہانیاں (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۶۷۳۔

۵۔ انتظار حسین، قصہ کہانیاں (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ۱۷۴۔

۶۔ انتظار حسین، قصہ کہانیاں، ۱۷۵۔

۷۔ انتظار حسین، قصہ کہانیاں، ۵۰۴۔

۸۔ انتظار حسین، قصہ کہانیاں، ۵۳۳۔

۹۔ انتظار حسین، قصہ کہانیاں، ۵۶۰۔

۱۰۔ انتظار حسین، قصہ کہانیاں، ۵۹۹۔

۱۱۔ انتظار حسین، قصہ کہانیاں، ۳۸۸۔

ماخذ

حسین، انتظار۔ جنم کہانیاں۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء۔

حسین، انتظار۔ قصہ کہانیاں۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء۔

حنفی، شمیم۔ ہم سفروں کے درمیاں۔ نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۲۰۰۵ء۔

خاں، سہیل احمد۔ طرزیں۔ لاہور: قوسین، ۱۹۸۲ء۔

نارنگ، گوپی چند۔ مرتبہ اردو افسانہ روایت اور مسائل۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء۔